حکمتِ مودودیؒ

مشاورت کی اہمیّت اور تقاضے

مشاورت اسلامی طرزِ زندگی کا اہم ستون ہے' اور مشورے کے بغیر اجتماعی کام چلانا نہ صرف جاہلیت کا طریقہ ہے بلکہ اللہ کے مقرّر کئے ہُوئے ضابطے کی صریح خلاف ورزی ہے۔ مشاورت کو اِسلام میں یہ اہمیّت کیوں دی گئی ہے؟ اِس کے وجوہ پر اگر غور کیا جائے تو تین باتیں واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔

ایک یہ کہ جس معاملے کا تعلّق دو یا زائد آدمیوں کے مفاد سے ہو' اُس میں کسی ایک شخص کا اپنی رائے سے فیصلہ کر ڈالنا اور دُوسرے متعلّق اشخاص کو نظرانداز کر دینا زیادتی ہے۔ مشترک معاملات میں کسی کو اپنی من مانی چلانے کا حق نہیں ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک معاملہ جتنے لوگوں کے مفاد سے تعلّق رکھتا ہو اُس میں اُن سب کی رائے لی جائے' اور اگر وہ کسی بہت بڑی تعداد سے متعلّق ہو تو اُن کے معتمد علیہ نمائندوں کو شریکِ مشورہ کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ انسان مشترک معاملات میں اپنی من مانی چلانے کی کوشش یا تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی اغراض کے لیے دوسروں کا حق مارنا چاہتا ہے' یا پھر اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑی چیز اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اخلاقی حیثیت سے یہ دونوں صفات یکساں قبیح ہیں' اور مومن کے اندر اِن میں سے کسی صفت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاسکتا۔ مومن نہ خود غرض ہوتا ہے کہ دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرکے خُود ناجائزہ فائدہ اٹھانا چاہے' اور نہ متکبّر اور خُود پسند ہوتا ہے کہ اپنے آپ ہی کو عقلِ کل اور علیم و خبیر سمجھے۔

تیسرے یہ کہ جن معاملات کا تعلّق دوسروں کے حقوق اور مفاد سے ہو اُن میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمّہ داری ہے۔ کوئی شخص جو خُدا سے ڈرتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس کی کتنی سخت جواب دہی اُسے اپنے ربّ کے سامنے کرنی پڑے گی' کبھی اس بھاری بوجھ کو تنہا اپنے سر

لینے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس طرح کی جرأتیں صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو خُدا سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہوتے ہیں۔ خُدا ترس اور آخرت کی باز پُرس کا احساس رکھنے والا آدمی تو لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترک معاملہ جن جن سے بھی متعلّق ہو اُن سب کو' یا اُن کے بھروسے کے نمائندوں کو اُس کا فیصلہ کرنے میں شریکِ مشورہ کرے' تاکہ زیادہ سے زیادہ صحیح اور بے لاگ اور مبنی برانصاف فیصلہ کیا جاسکے' اور اگر نادانستہ کوئی غلطی ہو بھی جائے تو تنہا کسی ایک ہی شخص پر اس کی ذمّہ داری نہ آپڑے۔

یہ تین وجوہ ایسے ہیں جن پر اگر آدمی غور کرے تو اُس کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آسکتی ہے کہ اِسلام جس اخلاق کی انسان کو تعلیم دیتا ہے' مشورہ اُس کا لازمی تقاضا ہے اور اس سے انحراف ایک بہت بڑی بداخلاقی ہے جس کی اِسلام کبھی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسلامی طرزِ زندگی یہ چاہتا ہے کہ مشاورت کا اصول ہر چھوٹے بڑے اجتماعی معاملے میں برتا جائے۔ گھر کے معاملات ہوں تو ان میں میاں اور بیوی باہم مشورے سے کام کریں اور بچّے جب جوان ہوجائیں تو اُنھیں بھی شریکِ مشورہ کیا جائے۔ خاندان کے معاملات ہوں تو اُن میں کنبے کے سب عاقل و بالغ افراد کی رائے لی جائے۔ ایک قبیلے یا برادری یا بستی کے معاملات ہوں اور سب لوگوں کا شریکِ مشورہ ہونا ممکن نہ ہو' تو ان کا فیصلہ کوئی ایسی پنچایت یا مجلس کرے جس میں کسی متفق علیہ طریقے کے مطابق تمام متعلّق لوگوں کے معتمد علیہ نمائندے شریک ہوں۔ ایک پُوری قوم کے معاملات ہوں تو اُن کے چلانے کے لئے قوم کا سربراہ سب کی مرضی سے مقرّر کیا جائے'اور وہ قومی معاملات کو ایسے صاحب رائے لوگوں کے مشورے سے چلائے جن کو قوم قابلِ اعتماد سمجھتی ہو' اور وہ اُسی وقت تک سربراہ رہے جب تک قوم خود اُسے اپنا سربراہ بنائے رکھنا چاہے۔ کوئی ایمان دار آدمی زبردستی قوم کا سربراہ بننے اور بنے رہنے کی خواہش یا کوشش نہیں کرسکتا' نہ یہ فریب کاری کرسکتا ہے کہ پہلے بزور قوم کے سر پر مسلّط ہوجائے اور پھر جبر کے تحت لوگوں کی رضا مندی طلب کرے' اور نہ اس طرح کی چالیں چل سکتا ہے کہ اس کو مشورہ دینے کے لئے لوگ اپنی آزاد مرضی سے اپنی پسند کے نمائندے نہیں بلکہ وہ نمائندے منتخب کریں جو اُس کی مرضی کے مطابق رائے دینے والے ہوں۔ ایسی ہر خواہش صرف اس نفس میں پیدا ہوتی ہےجو نیت کی خرابی سے ملوّث ہو' اور اس خواہش کے ساتھ **اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ** کی ظاہری شکل بنانے اور اس کی حقیقت غائب کردینے کی کوششیں صرف وہی شخص کرسکتا ہے جسے خُدا اور خلق دونوں کو دھوکا دینے میں کوئی باک نہ ہو' حالانکہ نہ خُدا دھوکا کھا سکتا ہے' اور نہ

خلق ہی اتنی اندھی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص دن کی روشنی میں عَلانیہ ڈاکہ مار رہا ہو اور وہ سچّے دِل سے یہ سمجھتی رہے کہ وہ ڈاکہ نہیں مار رہا ہے بلکہ لوگوں کی خدمت کر رہا ہے۔

اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کا قاعدہ خُود اپنی نوعیت اور فطرت کے لحاظ سے پانچ باتوں کا تقاضا کرتا ہے:

اوّل یہ کہ اجتماعی معاملات جن لوگوں کے حقوق اور مفاد سے تعلّق رکھتے ہیں اُنھیں اظہارِ رائے کی پُوری آزادی حاصل ہو، اور وہ اِس بات سے پُوری طرح باخبر رکھے جائیں کہ اُن کے معاملات فی الواقع کس طرح چلائے جا رہے ہیں، اور اُنھیں اس امر کا بھی پُورا حق حاصل ہو کہ اگر وہ اپنے معاملات کی سربراہی میں کوئی غلطی یا خامی یا کوتاہی دیکھیں تو اس پر ٹوک سکیں، احتجاج کرسکیں، اور اصلاح ہوتی نہ دیکھیں تو سربراہ کاروں کو بدل سکیں۔ لوگوں کا منہ بند کرکے اور ان کے ہاتھ پاؤں کس کر اور اُن کو بے خبر رکھ کر اُن کے اجتماعی معاملات چلانا صریح بددیانتی ہے جسے کوئی شخص بھی **اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ** کے اصول کی پیروی نہیں مان سکتا۔

دُوم یہ کہ اجتماعی معاملات کو چلانے کی ذمّہ داری جس شخص پر بھی ڈالنی ہو اُسے لوگوں کی رضا مندی سے مقرر کیا جائے، اور یہ رضا مندی اُن کی آزادانہ رضا مندی ہو۔ جبر اور تخویف سے حاصل کی ہُوئی، یا تحریص و اطماع سے خریدی ہُوئی، یا دھوکے اور فریب اور مکّاریوں سے کھسوٹی ہُوئی رضا مندی درحقیقت رضا مندی نہیں ہے۔ ایک قوم کا صحیح سربراہ وُہ نہیں ہوتا جو ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرکے اُس کا سربراہ بنے، بلکہ وہ ہوتا ہے جس کو لوگ اپنی خوشی اور پسند سے اپنا سربراہ بنائیں۔

سوم یہ کہ سربراہِ کار کو مشورہ دینے کے لیے بھی وہ لوگ مقرر کیے جائیں جن کو قوم کا اعتماد حاصل ہو، اور ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ کبھی صحیح معنوں میں حقیقی اعتماد کے حامل قرار نہیں دیے جاسکتے جو دباؤ ڈال کر، یا مال سے خرید کر، یا جھوٹ اور مکر سے کام لے کر، یا لوگوں کو گمراہ کرکے نمائندگی کا مقام حاصل کریں۔

چہارم یہ کہ مشورہ دینے والے اپنے علم اور ایمان و ضمیر کے مطابق رائے دیں، اور اس طرح کے اظہارِ رائے کی اُنھیں پُوری آزادی حاصل ہو۔ یہ بات جہاں نہ ہو، جہاں مشورہ دینے والے کسی لالچ یا خوف کی بنا پر، یا کسی جتھہ بندی میں کسے ہُوئے ہونے کی وجہ سے خُود اپنے علم اور ضمیر کے خلاف رائے دیں، وہاں درحقیقت خیانت اور غدّاری ہوگی نہ کہ **اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ** کی پیروی۔

پنجم یہ کہ جو مشورہ اہلِ شُوریٰ کے اِجماع (اتفاقِ رائے) سے دیا جائے' یا جسے اُن کے جمہور (اکثریت) کی تائید حاصل ہو' اُسے تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ اگر ایک شخص یا ایک ٹولہ سب کی سُننے کے بعد اپنی من مانی کرنے کا مختار ہو تو مشاورت بالکل بے معنی ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرما رہا ہے کہ "اُن کے معاملات میں اُن سے مشورہ لیا جاتا ہے" بلکہ یہ فرما رہا ہے کہ "اُن کے معاملات آپس کے مشورے سے چلتے ہیں"۔ اِس ارشاد کی تعمیل محض مشورہ لینے سے نہیں ہوجاتی' بلکہ اِس کے لیے ضروری ہے کہ مشاورت میں اِجماع یا اکثریت کے ساتھ جو بات طے ہو اُسی کے مطابق معاملات چلیں۔

اِسلام کے اصولِ شُوریٰ کی اِس توضیح کے ساتھ یہ بنیادی بات بھی نگاہ میں رہنی چاہیے کہ یہ شُوریٰ مُسلمانوں کے معاملات کو چلانے میں مطلق العنان اور مختارِ کُل نہیں ہے بلکہ لازماً اس دین کے حدُود سے محدُود ہے جو اللہ تعالیٰ نے خُود اپنی تشریع سے مقرّر فرمایا ہے' اور اِس اصل الاصول کی پابند ہے کہ "تُمھارے درمیان جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے" اور "تمھارے درمیان جو نزاع بھی ہو اس میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو"۔ اس قاعدہ کُلّیہ کے لحاظ سے مسلمان شرعی معاملات میں اِس امر پر تو مشورہ کرسکتے ہیں کہ کسی نص کا صحیح مفہوم کیا ہے' اور اُس پر عمل درآمد کس طریقہ سے کیا جائے تاکہ اُس کا منشا ٹھیک طور سے پُورا ہو' لیکن اس غرض سے کوئی مشورہ نہیں کرسکتے کہ جس معاملہ کا فیصلہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے کردیا ہو اس میں وہ خود کوئی آزادانہ فیصلہ کریں۔

تفہیمُ القرآن جلد چہارم' سورۃ الشُّوریٰ' حاشیہ ۶۱